آج کی خبر

از قلم یوسف [illegible]

نئیں ریساں

تقریباً تین سال کے تعطل کے بعد اللہ اللہ کر کے پھر (بقول شخصے برخوردار قسم کی) جمہوریت بحال ہوئی ہے یا ویسے ہی بے حال ہو گئی ہے۔ اس موقعہ پر کئی لوگ لاٹری نکلنے پر خوشی منا رہے ہیں اور کئی پر مرگ کی کیفیت طاری ہے۔ اور کئی اپنے ہاتھوں کے لگائے ہوئے زخم چاٹ رہے ہیں۔ اخبارات، رسائل و جرائد اور الیکٹرانک میڈیا (ملکی وغیر ملکی) اپنے اپنے انداز اور فکر کے مطابق اس پر تبصرے بھی کر رہے ہیں اخبارات میں کئی دانشور قسم کے کالم نویس اپنی اپنی پسندیدہ پارٹیوں اور شخصیات کے دفاع میں رنگا رنگ تحریریں بکھیر رہے ہیں اور اپنے مفادات پر زد پڑنے سے مخالف پر برستے بھی ہیں۔ کوئی ایل ایف او کی تعریف میں سرگرداں ہے تو کوئی اس کی مخالفت کرنا قلمی جہاد سمجھتا ہے۔ کوئی اراکین اسمبلی کے ادھر ادھر لڑھکنے کو ضمیر کی آواز کا نام دیتا ہے تو کوئی "لوٹا ای او ئے" کی پھبتی کستا ہے۔ الغرض ہر کوئی اپنے اپنے انداز میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر رہا ہے۔

اس وقت میرے سامنے 23 نومبر 2002، 17 رمضان المبارک بروز ہفتہ کا روزنامہ خبریں کا لاہور ایڈیشن پڑا ہے۔ اس کے صفحہ اول پر ایک تصویر شائع ہوئی ہے جسے آپ اس کالم میں بھی دیکھ رہے ہیں۔ آج جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں تو اس تصویر کو شائع ہوئے تقریباً ایک ماہ (27 دن) گزر چکے ہیں۔ مگر بسیار کوشش کے میری نظریں اس پر تبصرہ پڑھنے کیلئے ترستی رہی ہیں۔ نہ کسی دانشور کی دانش نے اسے یہ لکھنے کی راہ دکھائی ہے اور نہ ہی کسی اخبار نے اس کا نوٹس لیا ہے۔ حتیٰ کہ جس اخبار نے یہ تصویر شائع کی ہے اس نے بھی اس پر کوئی گرفت نہیں کی۔ (شاید ان لوگوں کے ہاں اس بات کی ایل ایف او، اور ہارس ٹریڈنگ اور حکومتی قبضہ کیلئے جوڑ توڑ کرنے جتنی بھی اہمیت نہیں اور یا پھر انہیں خود معلوم نہیں کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ یہاں تک کہ متحدہ مجلس عمل جو مذہب کے نام پر ووٹ لیکر اسمبلیوں میں پہنچی اور الیکشن کمیشن کی عطا کردہ کتاب کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کا نام دیتے رہے۔ اور بعد میں بھی مذہب کے نام پر ہی اپنی سیاست چمکانے کی کوشش میں ہیں کوئی اسمبلی میں کھڑے ہو کر اذان کہنے کو ہی اسلامی نظام کا نفاذ سمجھتا ہے۔ تو کوئی قول و فعل کے تضاد کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ لیکن یہ تصویر شاید ان بزرگوں کی نظروں سے بھی نہیں گزری اور تو اور یہ مولانا فضل الرحمٰن، قاضی حسین احمد، حافظ حسین احمد، اور کئی شیوخ الحدیث اور فقہ بھی دم سادھے بیٹھے ہیں۔ نہ اس کے خلاف اسمبلی میں کوئی آواز بلند کی گئی ہے اور نہ ہی کسی نے تحریک استحقاق جمع کروائی (شاید اس بات سے ان کا استحقاق مجروح نہ ہوا ہو؟) کیونکہ ان کے حلف اٹھانے کے بعد اگر سپیکر یہ بیان دے کہ ایل ایف او 73ء کے آئین کا حصہ ہے تو اس پر ان کا استحقاق مجروح ہو جاتا ہے اور فوراً اسمبلی میں تحریک استحقاق کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں اور الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا میں شور مچا دیا جاتا ہے لیکن جب رسول ہاشمی ﷺ کے احکامات کا سرعام مذاق اڑایا جاتا ہے تو مجال ہے کہ ان قباؤں پر کوئی سلوٹ پڑ جائے یا ان کی زبانوں میں حرکت پیدا ہو پتہ نہیں ہمارے ان بزرگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کے حکم اور پیاری سنت کی 73ء کے آئین جتنی بھی حیثیت نہیں کہ وہ اس کھلی تحریف یا جہالت پر احتجاج کے دو بول ہی بول دیتے؟ اس سے پہلے یہ اختلاف تو تھا کہ نماز میں قیام کی حالت میں ہاتھ باندھتے ہیں یا نہیں؟ اور جو باندھتے پھر وہ اس بات میں مختلف ہیں کہ کہاں باندھتے ہیں اہلحدیث مکتبہ فکر کا دعویٰ اور عمل ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ سے سینے پر ہاتھ باندھنا ثابت ہے اس لئے ہمیں بھی سینے پر ہی ہاتھ باندھنے چاہئیں کیونکہ ناطق وحی پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: صلوا کما رایتمونی اصلی (بخاری) کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے تم نے دیکھا ہے۔ لیکن بعض لوگ اپنے امام اور فقہ کی آڑ میں زیر ناف باندھتے ہیں اور بعض اپنی مذہبی اور فقہی مجبوریوں کے پیش نظر باندھتے ہی نہیں کھلے چھوڑ دیتے ہیں مگر جو باندھتے ہیں ان کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہئے مگر ہمارے ہاں جمہوریت نے جو وزیراعظم جنم دیا ہے۔ انہوں نے تو کمال کر دیا ہے کہ وہ اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر رکھے قیام کی حالت میں کھڑے ہیں شاید وہ سمجھتے ہوں کہ مجھ پر کوئی وہابی، حنفی، شیعہ کا الزام نہ لگا دے میں اپنا ہی دین جاری کر دیتا ہوں، استغفر اللہ یا ان کو اس مسئلہ کا ہی علم نہ ہو (تو پھر قوم کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایسا وزیراعظم مبارک ہو) کہ نماز میں ہاتھ کہاں باندھتے ہیں؟ یا کوئی اور مقصد ہو لیکن جو بھی وجہ ہو یہ صورت انتہائی اذیت ناک اور تکلیف دہ ہے کہ ہمارے اعمال کا نتیجہ یہاں تک بھی نکلنا تھا کہ اسلامی ملک کے سربراہ حکومت (کیونکہ یہی کہا جاتا ہے) کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ میں نے اسلام کا بنیادی رکن نماز کیسے ادا کرنا ہے؟ (اور اگر اخبار کی غلطی ہے تو تب بھی اس کی نشاندھی کر کے اصلاح تو ہونا چاہئے تھی) پوری پاکستانی قوم، اراکین اسمبلی کیلئے عموماً اور متحدہ مجلس عمل کے قائدین کیلئے خصوصاً فکر کا مقام ہے جنہوں نے نہ جانے کس کے اشارے پر اپنا وزیراعظم لانے کی رٹ لگائے رکھی اور جب جمالی جیسا پلے پڑ گیا تو غیر مشروط حمایت کا اعلان کر دیا، حق نمک بھی تو کوئی چیز ہے۔